حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ

مولانا عزیز الرحمٰن مفتی

حضرت شیخ الہندؒ ۱۲۸۶ھ[۱۲۸۸] میں ابھی پورے طور پر فارغ التحصیل بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ کو معین مدرس کر دیا گیا تقریباً پورے ایک سال آپ نے مدرسہ میں معین مدرس کی حیثیت سے طلباء کو مختلف کتابیں پڑھائیں۔ جب طلباء کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا تو منتظمین حضرات کو اسٹاف بڑھانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت تک (۱۲۹۲ھ) شاہ رفیع الدین صاحب نے (جو اس وقت مہتمم تھے) مدرس چہارم کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کو منتخب کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے والد ماجد چونکہ ایک متمول آدمی تھے وہ تنخواہ لے کر پڑھانا پسند نہ کرتے تھے۔ اس لئے معاوضہ سے انکار کر دیا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب موصوف کے سامنے ان کو بھی مجبور ہونا پڑا۔ اس طرح حضرت شیخ الہندؒ کو ۱۵ روپیہ ماہوار پر مدرس چہارم بنایا گیا۔ اس طرح ۱۲۹۲ء میں مدرسہ عربیہ دیوبند کے باضابطہ چار استاد ہو گئے۔

۱۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر المدرسین
۲۔ 〃 〃 سید احمد صاحب دہلوی مدرس دوم
۳۔ 〃 〃 ملا محمود صاحب 〃 سوم
۴۔ 〃 〃 محمود حسن صاحب شیخ الہند 〃 چہارم

۱؎ یہ مضمون "مدینہ" بجنور سے شکریہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا عزیز الرحمٰن مفتی صاحب نے حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند صاحب کے سوانح حیات مرتب کئے ہیں، جو اس وقت زیر طبع ہیں، "مدینہ" کا مضمون اسی کتاب کا ایک باب ہے جس کا ایک حصہ یہاں شائع کیا گیا ہے۔

(مدیر)

حضرت مولاناؒ اگرچہ مدرس چہارم تھے لیکن طلبار کو بڑی بڑی کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

میں ابتدار میں قطبی اور قدوری پڑھا لینے کو بھی غنیمت سمجھتا تھا (ازمیاں اصغر حسین صاحب ص۱۱) ۱۲۹۳ھ میں یعنی تقرر کے دوسرے سال آپ نے ترمذی، مشکواۃ، ہدایہ وغیرہ تو کتابوں کے اسباق پڑھائے۔ اس وقت مدرسہ مسجد قاضی اور جامع مسجد سے منتقل ہوکر اپنی موجودہ عمارت میں آچکا تھا، ۱۲۹۴ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں سے واپسی پر ۱۲۹۵ھ سے بخاری شریف وغیرہ بھی پڑھانا شروع کردیں۔

۱۲۹۷ھ میں جب حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا وصال ہوگیا تو آپ نے چند دنوں کے لئے پڑھانا بند کردیا تھا، لیکن حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کے سمجھانے سے پھر پڑھانا شروع کردیا اور ۱۳۰۲ھ یعنی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے وصال تک مدرس دوم کی حیثیت سے درس دیتے رہے۔ ۱۳۰۵ھ میں جب مولانا سید احمد صاحب مدرس اوّل بھوپال تشریف لے گئے تو آپ صدر مدرس بنادیئے گئے۔ اس وقت یعنی ۱۳۰۵ھ لغایت ۱۳۳۹ھ تک آپنے دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے فرائض انجام دیئے۔ اس طرح دارالعلوم دیوبند میں آپ نے از ۱۲۸۹ھ لغایۃ ۱۳۳۹ھ تقریباً پچاس سال علم نبوت کی اشاعت فرمائی۔

اس مدت میں حضرتؒ نے کبھی ترتیب درجات اور مقدار مشاہرہ پر توجہ نہیں دی اور نہ اس کا خیال کیا۔ وہ ہمیشہ دارالعلوم دیوبند کی خدمات خدا کا کام سمجھ کر کرتے رہے مجھے صحیح روایات کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ آپ مشاہرہ قبول ضرور فرماتے تھے۔ لیکن بکراہت اور بضرورت (ازمیاں اصغر حسین ص۲۰) کیونکہ متاخرین فقہار حنفیہ نے تعلیم پر ضرورتاً اجرت کو جائز قرار دیا ہے اور مشہور قاعدہ ہے۔ الضرورۃ بقدر الضرورۃ۔ (ضرورت قدر ضرورت تک ہی محدود ہے۔) چنانچہ خلفائے راشدین اور اسلاف کہ جن کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، کا یہی معمول رہا ہے کہ انہوں نے قومی اور ملی خدمات پر بقدر ضرورت رزق پر اکتفا کیا ہے بلکہ بہت سے واقعات تو اس قسم کے موجود ہیں کہ وہ حضرات ضرورتوں کو سمیٹے ہوئے تھے اور عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ افسوس کہ آج ان اوصاف کے حامل نظر نہیں آتے۔

حضرت شیخ الہند کو بہت سے ایسے مواقع پیش آئے کہ وہ چاندی اور سونے کے چبوترے پر بیٹھتے مگر انہوں نے ہر حال میں دارالعلوم دیوبند کی فقیرانہ زندگی کو ترجیح دی۔ پیسہ جی

عبدالرزاق صاحب گنگوہی نے ہرچند کوشش کی کہ مولانا دہلی تشریف لے آئیں اور شاہ ولی اللہ کی درس گاہ کو پھر سے آباد کریں۔ لیکن مولانا نے ہرگز یہ گوارا نہ کیا (از میاں اصغر حسین صاحب ص۲۰)

سنہ ۱۳۱۲ھ میں جب بوجہ گرانی دیگر مدرسین کے مشاہروں میں اضافہ ہوا تو بحکم مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ آپ کا مشاہرہ پچاس روپے ہوگیا۔ آپ نے خاموشی سے قبول فرمایا۔ دو مرتبہ استاد شفیق کو خواب میں فرماتے دیکھا "محمود حسن کب تک مشاہرہ لیتے رہوگے"۔ دونوں مرتبہ پورا عزم کر لیا کہ اب نہ لوں گا مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ادب سے مجبور تھے۔ اجازت نہ دی ہنس کر فرمایا نہیں، ان کو کہنے دو ہرگز نہ چھوڑو، مگر جب حضرت مولانا ممدوح کی وفات ہوگئی اور ماتحت مدرسین کے اضافہ کے ساتھ آپ کے پچھتر روپے مقرر ہوئے تو آپ نے اضافہ بالکل قبول ہی نہ فرمایا اور کچھ عرصہ کے بعد مشاہرہ لینا بالکل بند کر دیا اور پھر بھی اسی پابندی اور دلسوزی سے درس دیتے رہے۔

حضرت شیخ الہند پابندی کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرما کر درس کے لئے تشریف لے آتے تھے کبھی وضو یا پیشاب کے لئے درمیان میں اٹھتے تو مضائقہ نہیں تھا۔ ورنہ مسلسل درس دیتے دیتے گیارہ بارہ بج جاتے تھے اور ظہر کے بعد بھی یہی شغلہ موجود رہتا تھا۔ سنہ ۱۳۲۰ھ سے پانچ چھ گھنٹہ درس دینا شروع کر دیا تھا اور بوجہ ضعف بقیہ اوقات درس سے فارغ رہتے تھے۔ پھر جب علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدرس ہوگئے تو بخاری اور ترمذی کا دو تین گھنٹہ درس دینے پر اکتفا کیا تھا۔

حضرت نے تمام عمر چٹائی پر بیٹھ کر درس دیا۔ آخر عمر میں جب مرض بواسیر نے شدت اختیار کی تو خدام نے اسپرنگ دار گدا بنوا دیا تھا۔ لیکن آپ اس پر بیٹھتے ہوئے کراہت محسوس کرتے تھے۔ مولانا کا حلقہ درس نہایت مہذب اور شائستہ ہوتا تھا۔ جس میں ہر طرف سکون و وقار سایہ فگن ہوتا تھا۔ دور دور سے ہر استعداد کے طلباء آتے اور آپ ہر ایک کو مطمئن فرما دیتے تھے۔ بہت سے طلباء تو کئی کئی سال دورہ حدیث پڑھانے کے بعد شریک درس ہوتے اور آپ ان سب کے شکوک و شبہات کا ازالہ فرماتے تھے۔

حضرت مولانا کی تقریر نہایت سلیس اور رواں ہوتی تھی نہ کرختگی اور نہ نرمی، بلکہ آپ متوسط آواز میں مسلسل بولا کرتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جب آپ کو جوش آیا تو بولنے میں گلے کی رگیں پھولنے لگیں اور چہرہ کی رنگت بدل گئی۔ بلکہ پورے وقار اور متانت کے ساتھ سلسلہ تقریر جاری رہتا تھا۔

اور سامعین مضامین اور دلائل و شواہد کے اظہار سے محسوس کرتے کہ اس وقت مولانا پورے جوش و خروش سے تقریر فرما رہے ہیں۔

طرز استدلال اتنا عجیب تھا کہ پہلے ہر مسئلہ کا اثبات قرآن پاک کی آیات پھر احادیث اور پھر آثار صحابہ سے ترتیب وار بیان فرماتے۔ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر جب قرآنی آیات تلاوت فرماتے تو سامعین یہ یقین کر کے اٹھتے تھے کہ یہی حق ہے تمام ائمہ کا ادب و احترام حد درجہ ملحوظ رکھتے تھے۔ کسی بھی مصنف اور امام کی شان میں کوئی گرا ہوا لفظ نہ بولتے۔

امام مسلم نے جو اپنی کتاب میں امام بخاری پر تعریض کر کے گرفت کی ہے اس پر فرمایا جب ملاقات ہوئی تو بخاری کے خادم اور عقیدت مند ہوگئے۔ کاش اس طرح امام بخاری اور امام ابوحنیفہ کی ملاقات ہو جاتی تو اپنے سب اعتراض واپس لے لیتے" لیکن افسوس کہ آج ۔۔۔۔۔۔۔۔ امام بخاری اور امام مسلم اور کسی بھی امام کی خیر نہیں ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں تھوتھا چنا باجے گھنا۔

"جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے"

حضرت شیخ الہند اسباق پوری تیاری اور پورے مطالعہ کے بعد پڑھاتے تھے شروعات حدیث اور فقہ کو نہ معلوم کتنی کتنی مرتبہ دیکھ چکے تھے۔ میاں اصغر حسین صاحب فرماتے ہیں ایک دن حضرت نے فرمایا ذرا عینی لاؤ۔ میں نے عرض کیا! بخاری کی شرح عینی فرمایا، نہیں اس کو تو بیسیوں مرتبہ پڑھ چکا ہوں بلکہ ہدایہ کی شرح عینی لاؤ۔

حضرت شیخ الہند کا طریقہ درس اور جمع بین الاقوال والاحادیث وہی تھا جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی درس گاہ کا تھا۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اقوال کو نہایت اعتماد اور احتیاط کے ساتھ پیش فرماتے تھے۔

اگرچہ آپ کو حدیث میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب پانی پتی اور بلا واسطہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے بھی اجازت حاصل تھی لیکن آپ حلقہ درس میں اپنی سند اس طرح بیان فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ عن مولانا الشیخ محمد قاسم صاحب عن مولانا الشیخ عبدالغنی عن مولانا الشاہ محمد اسحٰق عن مولانا الشاہ عبدالعزیز عن مولانا الشاہ ولی اللہ دہلوی۔

۲۔ عن مولانا الشیخ احمد علی سہارنپوری، عن مولانا الشاہ محمد اسحٰق عن مولانا الشاہ عبدالعزیز عن مولانا الشاہ ولی اللہ الخ

افتتاح حدیث کراتے وقت اسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اس لئے آپ بھی ہر سال پابندی سے اسی پر قائم رہے۔

ربیع الاول سنہ ۱۳۰۲ھ میں حلقۂ دارالعلوم دیوبند کو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس مدرسۂ عربیہ دیوبند کی وفات حسرت آیات کا جانکاہ صدمہ پیش آیا، مولانا کی شخصیت شریعت و طریقت کو جامع تھی۔ آپ اپنے زمانہ میں مولانا محمد قاسم کے جانشین سمجھے جاتے تھے ان کی وفات کے بعد، حضرت مولانا سید احمد صاحب دہلوی (جو علوم عقلیہ کے ماہر تھے) کو چالیس روپے ماہوار پر صدر مدرس منتخب کیا گیا۔ اور ملا محمود صاحب دیوبندی ۳۵ روپے ماہوار پر مدرس دوم اور حضرت شیخ الہندؒ صاحب تیس روپے پر مدرس سوم اور مولانا عبدالعلی صاحب مدرس چہارم مقرر ہوئے۔

دو سال کے بعد حضرت ملا محمود صاحب کا انتقال ہوگیا تو حضرت شیخ الہندؒ ان کی جگہ ۳۵ روپے مشاہرہ پر مدرس دوم مقرر ہو گئے۔ جب ۱۳۰۵ھ میں حضرت مولانا سید احمد صاحب اپنی ذاتی ضروریات سے بھوپال تشریف لے گئے تو حضرت شیخ الہند کو ان کی جگہ مدرس اوّل مقرر کر دیا گیا۔ ویسے تو حضرتؒ ۱۲۹۵ھ ہی سے درسیات کی بڑی کتابیں پڑھایا کرتے تھے منطق، فلسفہ، علم معانی و بیان، تفسیر، حدیث تمام علوم کو بلا تکان پڑھاتے تھے۔ لیکن ۱۳۰۵ھ لغایتہ ۱۳۳۹ھ تقریباً ۳۴ یا ۳۳ سال آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث دونوں منصبوں کے تنہا مالک رہے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۲۹۵ھ لغایتہ ۱۳۳۹ھ کم و بیش چوالیس سال دارالعلوم دیوبند کے ایک مستقل مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور تقریباً ۳۴ سال تو اس طرح پڑھایا کہ بجز چند اسفار کے کوئی سفر اختیار نہیں کیا۔ پڑھانے کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے دارالعلوم دیوبند کی توسیع و ترقی کے لئے بیش از بیش خدمات انجام دیں۔ حقیقت یہی ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے جو بھی خاکہ اس مدرسہ کے لئے مرتب کیا ہوگا اس کو مکمل کرنا اور دیوبند کے اس چھوٹے سے مدرسہ کو دارالعلوم دیوبند کی شکل دیکر اسلامی ممالک میں ممتاز مقام پر پہنچا دینا یہ صرف تنہا حضرت شیخ الہند کا کام تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے اس مدرسہ میں آپ کے زمانے میں دوسرے ملکوں (کشمیر، پنجاب، سندھ، افغانستان، بخارا، سمرقند، تاشقند، برہما، رنگون، آسام، مدراس، وغیرہ) کے طلبا آنے شروع ہو گئے تھے اور

یہاں کے فارغ طلبا عرب، حجاز اور مذکورہ تمام ممالک میں پھیل کر یہاں کے نقطۂ نظر کے مطابق اشاعت دین کرنے لگے تھے۔ آپ نے ان ہی کی حیثیت کو سامنے رکھ کر کسی کو بانی قرار دیا جا سکتا ہے تو یہ سعادت حضرت شیخ الہند کو بھی حاصل ہے۔ لیکن دارالعلوم دیوبند کے بانی ہونے کی سعادت حضرت سید حاجی عابد حسین صاحب کے لئے مخصوص کر دی گئی تھی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ممتاز تلامذہ

حضرت شیخ الہند کے تمام تلامذہ کی فہرست مرتب کرنا دشوار ہے۔ البتہ اس جگہ ان چند ممتاز تلامذہ کی فہرست مولانا محمد میاں صاحب کے رسالہ "علماء حق حصہ اول" سے نقل کی جا رہی ہے جو مشہور و متعارف ہیں۔

۱۔ سیدی و مرشدی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

۲۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

۳۔ علامہ بطل حریت عبیداللہ صاحب سندھی

۴۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری

۵۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب

۶۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

۷۔ مولانا نور میاں صاحب عرف مولانا منصور انصاری

۸۔ مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب

۹۔ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند و شیخ الحدیث

۱۰۔ مولانا عبدالسمیع صاحبؒ مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۱۔ مولانا احمد علی صاحبؒ مفسر قرآن لاہوری

۱۲۔ مولانا محمد صدیق صاحب مہاجر مدنی

۱۳۔ مولانا محمد صادق صاحب کراچی

۱۴۔ مولانا عزیز گل صاحب

لہ معلوم ہوتا ہے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کا اسم گرامی سہواً رہ گیا ہے۔ (مدیر)

۱۵- مولانا عبدالوہاب صاحب دربھنگہ

۱۶- مولانا سید احمد صاحب مدنی بانی مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ

۱۷- مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی

۱۸- مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی (علماء حق ص ۱۱۱)

۱۹- استاذی مولانا سید حامد حسن صاحب گنگوہی ثم نہٹوری

۲۰- مولانا رحمت اللہ صاحب نہٹوری۔

...... میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ (جو اس وقت دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم تھے) کے فرستادہ کی حیثیت سے حضرت الاستاذ شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بطور پیغام رساں حضرت سے دریافت کیا کہ آپ کا صحیح سیاسی مسلک کیا ہے؟۔ یہ پیغام سنتے ہی میں نے دیکھا کہ حضرت پر ایک خاص حال طاری ہے ارشاد فرمایا

حضرت الاستاذ (نانوتوی) نے اس مدرسہ کو کیا درس و تدریس، تعلیم و تعلّم کے لئے قائم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا۔ جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ قائم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے، جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے۔

آخر میں ارشاد فرمایا۔

(صرف) تعلیم و تعلّم، درس و تدریس جن کا مقصد اور نصب العین ہے، میں ان کی راہ میں مزاحم نہیں ہوں، لیکن اپنے لئے تو اسی راہ کا انتخاب میں نے کیا ہے جس کے لئے دارالعلوم کا یہ نظام میرے نزدیک حضرت الاستاذ نے قائم کیا تھا۔

مدرسہ دیوبند کی یہی وہ اساسی خصوصیت تھی، جس نے اس مدرسہ کے تمام کاروبار حتیٰ کہ تعلیم میں بھی ایسی ہی حریت پرور خصوصیات پیدا کیں اور وہ دینی اور مذہبی حمیت و غیرت کا ہندگیر ہی نہیں، عالمگیر جامعہ اور آفاقی ادارہ بن گیا۔

(سوانح قاسمی مولفہ مولانا سید مناظر احسن گیلانی)